سوال

(28) مدرس یا امام کی تنخواہ زکاۃ کے مال سے دینا

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مسجد یا مدرسہ میں ایک میاں یا ملا رکھ کر گاؤں کی بچوں کو تعلیم دلائی جائے اوران میں صاحبان زکوۃ کے بچے بھی تعلیم پاویں توکیا جائز ہوگا یا نہیں؟ درانحالیکہ زکوۃ دینے والے حضرات میاں یا ملا کی تنخواہ اپنے عشر وزکوۃ کی رقم سے دیتے ہیں۔

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اصحاب اموال کا اپنے بچوں کو ایسے لوگوں سے تعلیم دلانا جن کو وہ تنخواہ اپنے اموال کی زکوۃ وعشر سے دیتے ہوں درست نہیں

ہذا الرجح عندی الی ہذا الان

ایسے علمائے دین جو آیت کے مصداق ہوں لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ ... سورة البقرة

یعنی: دینی تعلیم وخدمت کےلئے وقف ہوگئے ہوں اور فکر معیت کےلئے وقت نہ نکال سکتے ہوں مساکین میں داخل ہیں۔ بشرطیکہ انہوں نے تعلیم دین کو حصول کازر کا پیشہ نہ بنالیا ہوضرورت اور حاجب زیادہ لیتے ہوں اورکسی حالت میں ساعی وسائل نہ بنتے ہوں۔ ایسے علماء ودعاۃ مدزکوۃ کے بلاشبہ مستحق ہیں۔ اسی طرح غریب طلبہ علوم دینیہ بھی آیت مذکورہ کی رو سے فقراء ومساکین میں داخل ہیں۔ اور ضروری ہے کہ اس مد سے ان کی خبرگیری کی جائے۔ رہ گئے علماء اغنیاء جو سونے یا چاندی کے نصاب کے مالک ہیں یا خوشحال وزیندار ہیں یا کرایہ کی جائدادوں کے مالک ہیں اور قرآن وعلوم دینیہ کی ترویج اوردعوت وارشاد ہدایت وتبلیغ یا درس وتدریس میں مصروف ومشغول رہتے ہیں ان کو زکوۃ دینی اروخودان کو زکوۃ لینی جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح مدارس کا اجراء وقیام اورمدرسین وملازمین کی تنخواہ اس مدسے دینی جائز ہے یا نہیں؟ سواس میں اختلاف ہے۔ بعض علمائے اہل حدیث اسے جائز درست کہتے ہیں۔ ان میں بعض نے ان علماء ومدرسین کو سبیل اللہ میں داخل سمجھاہ۔ ان کا خیال ہے کہ سبیل اللہ کے ذریعہ ایک جامع وحاوی مقصد کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ جس میں دین وامت کے مصالح کی ساری باتیں آ گئیں۔ مثلاً قرآن شرعیہ کی ترویج واشاعت مدارس کا اجراء وقیام دعاۃ ومبلغین کا قیام وارسال ہدایت وارشاد امت کے تمام مفید مسائل۔

اکثر علماء کے خیال میں سبیل اللہ مراد صرف مجاہدین وغزاۃ ہیں

کماقال شمس الائمة ابن قدامة فی الشرح الکبیر علی متن المقنع: لاخلاف فی انہم االغزاۃ لان سبیل اللہ عند الاطلاق ہوالغزو انتہی

علامہ سید رضا مصری مرحوم نے مخالفت کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہی

بقولہ (ہذا غیر صحیح! بل سبیل اللہ ہو الطریق الموصل إلی مرضاتہ وجنتہ وہو الإسلام فی جملتہ، وآیات الإنفاق فی سبیل اللہ تشمل جمیع أنواع النفقة المشروعة، وماذا یقول فی آیات الصد والإضلال عن سبیل اللہ والہجرة فی سبیل اللہ؟ بل لا یصح أن یفسر سبیل اللہ فی آیات القتال نفسها بالغزو؛ لأن القتال ہو الغزو، وإنما یکون فی سبیل اللہ إذا أرید بہ أن یکون کلمة اللہ ہی العلیا ودینہ ہو المتبع، فسبیل اللہ فی الآیة یعم الغزو الشرعی وغیرہ من مصالح الإسلام، بحسب لفظہ العربی، ویحتاج التخصیص إلی دلیل صحیح

قلت : الراجع عندي أنہم االغزاة خاصة وإن کانت کلمة سبیل اللہ بحسب لفظہا العربی عامة تشمل جمیع مصالح الاسلام العامة لکن المراد فی آیة مصارف الزکوة فیما أری واللہ اعلم بمراد کلامہ - الغزاة خاصة والدلیل علی ہذا التخصیص ماروی احمد ومالک وابوداوابن ماجہ وغیرہم عن ابی سعید مرفوعا : لاتحل الصدقة لغنی الالخمسة لعامل علیہا اورجل اشتراہا بمالہ اورغازي فی سبیل اللہ الخ

وعلی ہذا فلا یدخل فی سبیل اللہ الاغنیاء من اصحاب الدعوة والارشاد والہدایة والتبلیغ والافتاء والتدریس وغیرہم من الموظفین فی المدارس الدینیہ ولا یدخل فیہا ایضا تاسیس المعاہد الدینیہ وتعمیرہا واعانتہا واقامتہا وغیر ذلک مما یشبہہ

اور بعض علمائے اہل حدیث نے ایسے اصحاب نصاب کو عاملین میں داخل سمجھا ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ عاملین کو زکوۃ کا مصرف ٹھہرانے کی علت بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ ان عاملین نے ایک کام جو مصالح مسلمین سے ہے انجام دیا ہے-قال الشوکانی : حدیث ابن السعدی (عند الشیخین) دلیل علی أن عمل الساعی سبب لاستحقاقہ الأجرة کما أن وصف الفقر والمسکنة ہو السبب فی ذلک واذا کان العمل ہو السبب اقتضی قیاس قواعد الشرع أن الماخوذ فی مقابلة الأجرة

اسلامی حکومت کے عاملین کو اللہ تعالی نے صاف طور پر زکوۃ کا مصرف نہیں ٹھہرایا ہے لیکن روایات حدیثیہ سے ثابت ہے کہ عہد نبوت میں جو اشخاص اس قسم کے کاموں کو انجام دیتے تھے ان کو بھی رسول ﷺ ان کے کاموں کی اجرت عنایت فرماتے تھے۔ ابوداور میں بریدہ سے مرفوعا روایت ہے :

وَعَنْ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ : «مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلَى عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا فَمَا أَخَذَ بَعْدُ فَهُوَ غُلُولٌ» رَوَاهُ أَبُو دَاوُد) قال الشوکانی : فیہ دلیل علی انہ لایحل للعامل زیادة علی مافرض لہ من استعملہ وما اخذہ بعد ذلک فہو من الغلول وذلک بناء علی أنہ اجارة ولکنہا فاسدة یلزم فیہا اجرہ المثل الی آخر ما قال (نیل الاوطار : 4/33)

پس حکومت اسلامی کے دیگر عاملین مثل قضاۃ وغیرہ بوجہ اشتراک فی العلۃ حکم سعاۃ میں داخل ہیں۔ اس کے علاوہ عہد خلافت راشدہ میں بھی دیگر عاملین کی اجرت بلکہ خود حاکم کی اجرت مال مسلمین سے دیا جانا ثابت ہے اور انہی وجوہ سے خلف وسلف کی ایک بڑی جماعت اس جانب گئی ہے۔

قال الطبری : ذہب الجمہور الی جواز اخذ القاضی الاجرة علی الحکم لکونہ یشتغلہ الحکم من القیام بمصالحہ (عمدة القاری للعینی وفتح الباری 13/150)

واحتج ابوعبدہ علی جواز ذلک بما فرض اللہ للعاملین علی الصدقة جعل لہم حقا منہا لقیامہم وسعیہم الی قولہ وقال ابن االمنذر : حدیث ابن االسعدی حجة فی جوارزاق القضاة من وجوہہا (فتح الباری 13/154) وقال القاری فی المرقات فی شرح الحدیث : وغیرہ جائز اخذ العوض من بیت المال علی العمل العام وان کان فرضا کالقضاء والحسبہ والتدریس بل یجب علی الامام کفایة ہولاء ومن فی معناہم فی بیت المال انتہی وقال المولوی عبدالحی لکہنوی عی عمدة الرعایة : وکل من فرغ نفسہ بعمل من امور المسلمین یستحق علی ذلک رزقا کالقاضی الخ

پس ایسا مدرسہ جو مصالح مسلمین پر مشتمل ہے اس کے مدرسین کو مد زکوۃ سے تنخواہ دینی کیوں درست نہیں؟ ساتھ ہی اس کے اس زمانہ میں مدارس دینیہ کے قیام وبقا کی جو ضرورت ہے وہ مخفی نہیں۔ وہ بھی ظاہر ہے کہ تاوقتیکہ مدارس کی امداد زکوۃ سے نہ ہوگی کوئی مدرسہ چل نہیں سکتا۔ پس سائلین صدقات کے ساتھ دوسرے عاملین ملحق ہیں اور عاملین صدقات کے لئے بحالت ان کے غنی ہونے کے بھی زکوۃ سے اجرت لینی درست ہے تو مد زکوۃ سے مدرسین کو تنخواہ معین غیر معین دونوں طرح لینا ان کے غنی ہونے کی صورت میں بھی جائز اور درست ہوگا جیسا کہ حضرت ابوبکر کے واقعہ سے ثابت ہے

اخرج ابن سعج عن میمون قال : لما استخلف ابوبکر جعلوا لہ الفین فقال : زیدوا لی فان عیالا وقد شغلتمونی عن التجارة فزادوہ خمس مائة (تاریخ الخلفاء)

علماء حنیفہ کے نزدیک مدزکوۃ سے مدرسین وملازمین مدرسہ کو بصورت ان کے غنی ہونے کے تنخواہ نہیں ادا کی جا سکتی اور نہ انکے لئے لینا جائز ہے۔ وہ کہتے ہیں : زکوۃ ایک فریضہ الہی ہے جس کی ذمہ داری مالک نصاب پر عائد ہوتی ہے۔ اورچونکہ وہ حج روزہ نماز کی طرح ایک عبادت ہے اس لئے مالک نصاب کو مقررہ شروط وقیود کا لحاظ رکھتے ہوئے مال کا ایک معین حصہ اس کے مصارف میں بطور تملیک اس طرح ادا کرنا ضروری ہے کہ اس کی ادائیگی میں بجز امتثال امر الہی شخص مودی الیہ سے کسی قسم کوئی غرض حصول نفع کی خاطر نہ ہو(تنویر الابصار) اس لئے وہ ان لوگوں پر بھی اس کو صرف نہیں کرسکتا کہ جن کے دینے میں حصول نفع کا احتمال ہو۔

کما قال فی ردالمختار : فلایدفع لاصلہ ای وان علاء ولفرعہ ای وان سفل وکذاالزروجتہ وزرجہا وعبدہ وکاتبہ لانہ بالدفع الیہم لم تنقطع المنفعۃ عن الملک ای المزکی من کلاوجہ۔

اوراسی بنا پر اجرت معاوضہ ہے ان کے عمل کا اورزکوۃ میں معاوضہ مقصود نہیں ہوتا۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ عاملین صدقات کے ساتھ اغنیاء مدرسن کو ملحق کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ ان کو جوکچھ ملتا ہے وہ بطریق عمالہ ہے اورچونکہ یہ بقدر کفاف یعنی : ان کے اوران کے اعوان کی ضرورت اور حاجت کے مطابق دیا جاتا ہے اس لئے اس کو اجرت ومعاوضہ سمجھنا غلط ہے کیونکہ وہ مقدار جو اس کو اوراس کے اعوان کو کافی ہوسکے وہ مجہول اور غیر معلوم ہے۔ اوراحد العوضین کی جہالت جواز اجارہ سے مانع ہے پس معلوم ہواکہ عامل صدقہ کا استحقاق بطور اجرت ومعاوضہ کے نہیں ہے بلکہ بطریق کفایہ ہے بنا بریں مدرسین وملازمین مدرسہ کو عاملین صدقات کے ساتھ ملحق کرنا غلط ہے۔

حنفیہ کہتے ہیں دیر عاملین کے عمالہ سے جوان کو بیت المال سے ملتا تھا مدرسن کے مدزکوۃ سے تنخواہ دینے کے جواز پر استدلال صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ بیت المال دراصل اسلامی خزانہ کا نام ہے جس ایک جنس غنائم وغیرہ جمع ہوتے تھے اوراس آیت وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم الخ کے بموجب صرف کیا جاتا تھا۔ دوسرا شعبہ بیت الصدقات تھا۔ جس میں عشر وزکوۃ فطر کے اموال جمع ہوتے تھے اوراس کو مصارف منصوصہ ثمانیہ میں صرف کیاجاتا تھا۔ نیز ایک شعبہ خراج الارض والجزیہ تھا جس میں زمینوں کا خراج اورجزیہ وغیرہ کا مال جمع رہتا۔ اس شعبہ سے قاضی مفتی اور علماء وغیرہ کو بقدر کفاف ملاتا تھا۔ چوتھا شعبہ لاورث لوگوں کے ترکہ اورلقطات کا تھا جس کو ضوائع کہتے تھے۔ اس سے عام مصالح مسلمین میں امدار ملتی تھی (عالمگیری وغیرہ) پس یہ ثابت کرکے کہ علماء وقضاۃ اورعمال کو بیت المال سے تنخواہ ملتی یہ ثابت کرنا کہ مدزکوۃ سے مدرسین تنخواہیں پاسکتے ہیں صحیح نہیں۔ مالی آخرہ

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری

جلد نمبر 2۔کتاب الزکاۃ

صفحہ نمبر 70

محدث فتویٰ